مولانا عبدالماجد دریا بادی

قرآن پاک کے انگریزی تراجم

(آغاز تا ۱۹۰۰ء)

[مولانا عبدالماجد دریا بادی (م ۱۹۷۷ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ نامور انشا پرداز اور بلند پایہ ادیب کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ قرآنی خدمت کے حوالے سے بھی ان کا نام بہت عرصہ زندہ رہے گا۔ اردو اور انگریزی میں ان کی تفسیریں اہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ انگریزی تفسیر میں، بالفاظ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

> ان کے مطالعہ کا اصل میدان اور تفسیروں میں ان کی تفسیر کا اصل امتیاز صحفِ سماوی اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور ان شخصیتوں، مقامات اور تاریخی ادوار کی جدید جغرافیائی و تاریخی معلومات کی روشنی میں تحقیق اور قرآن مجید کے مشکل مقامات کا حل پیش کرنا تھا، جن کے بارے میں جدید علوم، مستشرقین کے اعتراضات اور جدید مطبوعات نے مختلف سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔۔۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی نے، جب ترجمہ و تفسیرِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو پہلے اپنے پیش رووں کے کام کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا۔ اس نسبت سے ان کا ایک مقالہ "قرآن پاک کے انگریزی اور لاطینی تراجم" شائع ہوا۔ ذیل میں اس کا ابتدائی حصّہ نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے آغاز سے ۱۹۰۰ء تک غیر مسلم برطانوی مستشرقین کے تراجمِ قرآن کا ذکر کیا ہے۔ مدیر]

یورپ کا نام آتے ہی آج تصوّر دماغ کے سامنے اعلیٰ تعلیم یافتہ آبادی اور اس کے سارے لوازمات آجاتے ہیں۔ عالیشان کالج اور یونیورسٹیاں، عظیم الشان کتب خانے اور تجربہ گاہیں، فلسفہ اور سائنس کے ماہرین، تاریخِ ادب کے پروفیسر وغیرہ۔ ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل کا یورپ اس سے بالکل مختلف تھا۔ اس کے شہر ایسے تھے جیسے ہمارے دیہات۔ کوئی پڑھا نہ لکھا، اور خیر برطانیہ وغیرہ کس شمار میں تھے، خود روما اپنی پچھلی عظمت اور اقتدار کے باوجود بس کچھ یوں ہی سا تھا۔ پڑھنے لکھنے کا شوق خصوصاً مسلمانوں سے متعلق معلومات کا، کہنا چاہیے کہ بارہویں صدی مسیحی سے شروع ہوا۔ بلکہ محارباتِ صلیبی (کروسیڈز) نے مسلمانوں اور مسیحیوں کو صف بہ صف میدانِ فلسطین میں لاکھڑا کیا۔ اب رفتہ رفتہ

فرنگیوں کو مسلمانوں کے علوم، ان کی تہذیب و تمدن، ان کے مذہب سے صحیح واقفیت کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ قرآن مجید کا پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں موجودہ معلومات کے مطابق سب سے پہلے ۱۱۴۳ء میں ہوا اور مطبع کی ایجاد کے بعد ۱۵۴۳ء میں بمقام باسل چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے بعد دوسرا ترجمہ جو کہا جاتا ہے کہ پہلے سے بدرجہا بہتر ہے، ۱۶۹۸ء میں بمقام پیڈوا شائع ہوا۔ مترجم کا نام ایل مورسی (Morcci) ہے اور منقول ہے کہ یہ شخص اپنے وقت کے معیار سے خاصا فاضل تھا۔

اس کے بعد اطالوی اور فرنچ زبانوں میں ترجمے ہونے لگے۔ انگریزی میں سب سے پہلا ترجمہ جو دراصل لیٹن ترجمے کا ترجمہ ہے، ۱۶۴۸ء سے ۱۶۸۸ء تک شائع ہوا۔ یہ اب گویا ناپید ہے۔ دوسرا ترجمہ جارج سیل کے قلم سے لندن میں ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا اور اس کی مقبولیت کی یہی دلیل کافی ہے کہ اس وقت سے اب تک برابر اس کے ایڈیشن نکل رہے ہیں۔ سوا دو سو سال تک اور پھر متعدد دوسرے اور تازہ ترجموں کے بعد بھی اتنی ہردلعزیزی قائم رہ جانا عجائبات میں ہے لیکن سیل کا ترجمہ اس کا غیر مستحق ہے بھی نہیں۔ اوّل تو اس مترجم کو کلام مجید کے ساتھ اچھی خاصی ہمدردی ہے۔ اس کی عظمت کا وہ دل سے قائل ہے (عجب نہیں کہ درپردہ وہ مسلمان بھی ہو گیا ہو۔) اور پھر اس نے ترجمے کے وقت بیضاوی وغیرہ مفسّرین کو پیش نظر رکھا ہے۔ تیسرے تفسیری اور توضیحی حاشیے اس نے کثرت سے دیے ہیں۔ کتبِ تفسیر و سیر کے حوالے بھی ملتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ علاوہ دیباچے کے ایک بڑا مفصّل مقدمہ بھی اس نے سپردِ قلم کیا ہے جس کی آٹھ فصلوں میں اس نے تاریخِ عرب، جاہلیت، تاریخِ مسیحیت، خصوصیات قرآن، اوامر قرآنی، نواہی قرآنی، قرآن کے ضوابط دیوانی، جمعہ اور اشہر حرم اور فرقِ اسلامیہ پر اس میں تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ ضخامت تین سو صفحے کے قریب پہنچ گئی ہے۔

مدت دراز تک یہی ایک ترجمہ انگریزی میں متداول رہا۔ یہاں تک کہ ۱۸۶۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک استاد جے - ایم - راڈویل نے اپنا ترجمہ شائع کیا اور زبان میں بہت کچھ اصلاحیں کیں۔ اتنی لمبی مدّت میں انگریزی زبان میں تغیّرات ہو جانے لازمی تھے، جیسے اُردو میں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کی زبان شیخ الہند محمود حسن کے وقت خاصی پرانی ہو چکی تھی، جو انگریز اپنی زبان و ادب سے زیادہ ذوق رکھتے تھے، ان میں راڈویل کا ترجمہ زیادہ مقبول ہوا۔ نظرِ ثانی اور ترمیم کے بعد دوسرا ایڈیشن راڈویل نے ۱۸۷۶ء میں شائع کیا اور ایک طویل دیباچہ کا اضافہ کیا، اور اس کے بعد یہی ایڈیشن بار بار طبع ہوتا رہا۔ اس میں حاشیے نسبتاً کم ہیں، البتہ راڈویل نے یہ جدّت کی کہ سورتوں کی ترتیب تاریخِ نزول کے مطابق کر دی۔ چنانچہ شروع سورہ علق سے کر کے مدثّر، مزمّل ہوتے ہوئے ختم سورہ مائدہ پر کیا ہے۔

۱۸۸۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک جرمن پروفیسر کو جو خود بھی سنسکرت کا عالم تھا، مشرق کی تمام کتبِ مقدّسہ کو انگریزی میں منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ قرآن مجید کا ترجمہ اس نے پروفیسر پامر کے سپرد کیا جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی زبان کے استاد تھے۔ پامر کا ترجمہ قرآن دو ضخیم جلدوں میں ۱۹۰۰ء میں نکلا اور ایک زمانے تک مستند اور عالمانہ سمجھا جاتا رہا اور اتنا تو واقعہ ہے کہ اس کا ترجمہ بمقابل راڈویل وغیرہ کے الفاظِ قرآنی سے قریب تر ہے۔ اُن کی علمی شہرت کچھ روز کے بعد سرد ہو گئی، البتہ ان کے ترجمے کے مختلف ایڈیشن زمانۂ حال تک نکلتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں جو ایڈیشن چھوٹے سائز کی ایک جلد میں نکلا، اس پر مقدمہ پروفیسر نکلسن کے قلم سے ہے۔ تفسیری حاشیے پامر کے ترجمے میں بہت ہی کم ہیں۔

یہ سارا تذکرہ مکمل قرآن کے ترجموں کا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ جزوی ترجموں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ای - ڈبلیو - لین اپنے زمانے میں ایک نامور مستشرق انگریز گزرا ہے۔ اس نے نہ صرف الف لیلیٰ کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا بلکہ قاموس کی مشہور ضخیم شرح تاج العروس کو بھی انگریزی کی آٹھ طویل و عریض مجلّدات میں لے آیا تھا۔ اس نے ۱۸۴۳ء میں منتخبات قرآن انگریزی میں شائع کیے۔ کتاب کے دو حصے تھے۔ پہلے میں عقائدِ اسلامی سے متعلق قرآنی آیات کے ترجمے تھے۔ توحید، رسالت، قرآن، وحی، حشر، ملائکہ، جنّت، جہنم، تقدیر، کفر و ایمان وغیرہ کے زیرِ عنوان اور دوسرے حصے میں قصصِ قرآنی، انبیائے سابقین، کتبِ سماوی، آدم و حوّا، قابیل و ہابیل، نوح و طوفانِ نوح، عاد و ثمود، موسیٰ و عیسیٰ، عزیر و مسیح وغیرہ سے متعلق اقتباسات تھے۔ یہ ایڈیشن اب نایاب ہے۔ ۱۸۷۹ء میں لین کے بھتیجے اور جانشین اسٹینلی لین پول نے بہت کچھ ترمیم و اضافہ کے بعد اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا اور اس میں کچھ توضیحی حاشیے بہت گھٹا دیے لیکن ایک مفصّل مقدمہ بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ لین اور لین پول کا شمار اسلام اور مسلمین کے ہمدردوں میں ہے اور یہ ہمدردی دونوں کی تحریروں میں نمایاں ہے۔

قرآن مجید کے کچھ اور انتخابات بھی اس سلسلے کے بعد شائع ہوئے مثلاً ایک پادری سیل کے قلم سے اور ایک سر ولیم میور (مصنّف "لائف آف محمد ﷺ") کی طرف سے، لیکن کچھ زیادہ شہرت انہیں حاصل نہیں ہوئی۔ ۱۸۹۴ء میں شامی الاصل و یہودی النسل انگریزی ڈی - ای - مارگولیس نے (جو آگے چل کر آکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر ہوا اور اپنی اسلام دشمنی میں نامور) بیضاوی کی تفسیر سورہ آلِ عمران کا ترجمہ شائع ہوا۔ آلِ عمران کا انتخاب شاید اسی مناسبت سے کیا کہ اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے۔ ۱۸۹۴ء میں وقت کے ایک مشہور پادری اور مسلمانوں سے مناظرہ کرتے

رہنے والے ایم ۔ وہیری نے سیل کے قدیم ترجمہ و حواشی کو اصل و اساس قرار دے کر ایک مستقل تفسیر چار جلدوں میں شائع کر دی۔ اس تفسیر میں بیضاوی، کشاف، جلالین و تاریخ ابوالفداء وغیرہ کے حوالے تو سیل ہی کے دیے ہوئے موجود تھے، وہیری نے جن جدید ماخذوں کے حوالے دیے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر روفی (معلوم نہیں کہ اس نام سے کون سی فارسی تفسیر مراد ہے۔)

۲۔ تفسیر حسینی (ملا حسین واعظ کاشفی کی ایک چلی ہوئی تفسیر)

۳۔ تفسیر فتح الرحمٰن (غالباً شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی حواشی مراد ہیں۔)

۴۔ حواشی شاہ عبدالقادر دہلوی (غالباً موضح قرآن مراد ہے۔)